(۴۳)

(فرمودہ ۳۔جون ۱۹۵۴ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسی تقریبوں کا نام جو کہ انسان کے لئے خوشی کا موجب ہوتی ہیں اپنے ایک نبی مسیح ناصری علیہ السلام کے ذریعہ سے عید رکھوایا ہے[1] اور اس آیت سے استدلال کر کے مسلمانوں کی ان تقریبوں کا نام بھی عید رکھ دیا گیا ہے۔ درحقیقت عید کا مادہ عود ہے[2] اور اس نام میں یہ حکمت رکھی گئی ہے کہ اس قسم کی تقریبیں بار بار آئیں۔ عربی زبان خدائی زبان ہے اگرچہ یہ انسانوں کی بنائی ہوئی ہے لیکن اس کی بناء الٰہی تصرف کے ماتحت ہے۔ عید کا لفظ عربی زبان کا ہے اور اس نام میں یہ حکمت ہے کہ جب کوئی چیز انسان کے لئے خوشی اور لذت کا موجب ہوتی ہے تو اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ اسے پھر بھی ملے۔ پرانے زمانہ کا جو لٹریچر ہے وہ اکثر کہانیوں میں ہے۔ بچوں کو ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے اس میں ایک کہانی کا عنوان ہے میں نے ایک دفعہ دیکھا ہے دوسری دفعہ دیکھنے کی مجھے خواہش ہے۔ یعنی اگر کوئی انسان ایسی چیز دیکھے جو اس کے لئے خوشی کا موجب ہو تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اسے پھر بھی دیکھے۔ اسی لحاظ سے عید کا نام عید رکھا گیا ہے تاکہ یہ موقع اسے پھر بھی ملے۔ پس عید کا لفظ ایک تو اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس میں ایسا لطف، لذت اور سرور ہے کہ انسان اس کا تکرار چاہتا ہے۔ دوسرے اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ انسانوں پر بار بار لُطف کرے اور انہیں خوشی کے مواقع بہم پہنچائے۔ اگر انسان اسے رد کر دے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے ویسے خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر بار بار فضل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ **اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ**[3] کہ بیمار میں ہوتا ہوں اور شفا مجھے اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت آتی ہے اور بندے کی طرف سے اس کی اپنی غلطیوں کی وجہ سے زحمت آتی ہے اس کی طرف خدا تعالیٰ نے ایک اور جگہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے **رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ**[4] میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے میں اپنے بندوں کو رحمت ہی رحمت دینا چاہتا ہوں لیکن

اگر ان میں سے کوئی رحمت نہ لے تو میں کیا کروں۔ گزشتہ انبیاء کی قوموں نے جب خدائی ہدایت کو ماننے سے انکار کیا تو خدا تعالیٰ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ **اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝** یعنی اگر تم خود ہدایت لینا پسند نہیں کرتے تو ہم جبراً تمہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ لیکن موجود زمانہ میں اس اصل کا بھی انکار کر دیا گیا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ نے تو یہ اصول مقرر کیا تھا کہ کسی شخص کو بالجبر ہدایت نہیں دی جاسکتی لیکن اب بعض مولویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ڈنڈا ہاتھ میں لے لیا اور کلمہ پڑھا دیا گویا ان کے نزدیک جبر ہی اچھی چیز ہے ورنہ پہلے لوگ غلطی پر تھے جو دلیلوں کی طرف جاتے تھے۔ ان کے نزدیک اب اصول بدل گیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص دین کی بات نہیں مانتا تو اسے بالجبر منوایا جائے تو جائز ہی نہیں ضروری ہے۔ ان مولویوں کے اس عقیدہ پر ہمیشہ فطرتِ صحیحہ رکھنے والوں کی طرف سے مذاق اُڑایا جاتا ہے اور یہ مذاق بھی ہندوؤں، سکھوں یا عیسائیوں نے نہیں بنایا بلکہ خود مسلمانوں نے بنایا ہے۔ لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی پٹھان تھا اس نے اپنے لڑکے کی تعلیم پر ایک ہندو کو مقرر کیا ایک دن اس نے دیکھا کہ ہندو آگے آگے بھاگ رہا ہے اور لڑکا اس کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ اس ہندو نے جب لڑکے کے باپ کو دیکھا تو وہ ٹھہر گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ خان صاحب! میری جان بچایئے۔ پٹھان نے اس سے دریافت کیا بات کیا ہے؟ اس نے کہا تمہارا لڑکا مجھے مارنے لگا ہے۔ لڑکے نے بتایا کہ میں نے سنا ہے کہ جو شخص کسی کافر کو کلمہ پڑھا دے وہ سیدھا جنت میں جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص کلمہ نہ پڑھے تو جو شخص اسے مار دے وہ بھی سیدھا جنت میں جاتا ہے یہ چونکہ کلمہ نہیں پڑھتا اس لئے میں اسے مارنا چاہتا ہوں۔ اس پر اس پٹھان نے ہندو کو پکڑ لیا اور کہنے لگا خو! میرے بیٹے کا یہ پہلا وار ہے یہ خالی نہیں جانا چاہئے۔ اب ہے تو یہ ایک لطیفہ مگر یہ لطیفہ مسلمانوں نے ہی بنایا ہے۔ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں نے نہیں بنایا۔ فطرت صحیحہ نے جب دیکھا کہ یہ مذاق والی بات ہے تو اس نے اس قسم کے لطائف بنا دیئے ورنہ فطرت صحیحہ اور خدا تعالیٰ کی ہدایت شروع سے ہی یہ کہتی چلی آئی ہے کہ **اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ** کیا ہم تمہیں جبراً ہدایت دے سکتے ہیں اس حال میں کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ پس یہ چیزیں جبری طور پر نہیں آتیں۔ بے شک خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی رحمت، معافی اور بخشش آتی ہے۔ لیکن کسی انسان کو بالجبر اس سے حصہ نہیں دیا جا سکتا۔ اگر بندہ اس سے حصہ نہیں لیتا تو خدا تعالیٰ بادلِ ناخواستہ اسے سزا دیتا ہے۔ ورنہ خرابی ہمیشہ بندے

کی طرف سے آتی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آتی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ رحمت اور بخشش آتی ہے ہاں اس نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جو شخص اس کی رحمت اور بخشش کو نہ لینا چاہے اس کو جبراً نہ دی جائے۔

پس عید کے لفظ سے دو نکتے نکلتے ہیں اور انہیں قرآنی سند حاصل ہے۔ ایک نکتہ تو یہ ہے کہ جس چیز میں لذت اور لطف محسوس ہو انسان چاہتا ہے کہ وہ نِت نِت آئے۔ دوسرے خدا تعالیٰ کی رحمت ایسی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس قسم کی تقریبات بار بار آئیں کیونکہ اس کا دل کسی کو سزا دینا نہیں چاہتا اس کا دل انسان کو رحمت دینا چاہتا ہے۔ اور اس سے یہ مضمون بھی نکل آیا کہ صفات الٰہیہ کا اصل مدار رحمت کے بار بار نزول پر ہے۔ مگر کتنے ہیں جن کے لئے عید آئی ہے ایسے لوگ بہت کم ہیں جن کے لئے حقیقی عید آتی ہے۔ عید دلی اور ظاہری چین کا نام ہے لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں دلی چین تو نصیب ہوتا ہے' ظاہری چین میسّر نہیں ہوتا اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ظاہری چین نصیب ہوتا ہے لیکن دلی چین سے وہ محروم ہوتے ہیں۔ بعض لوگ باذاق ہوتے ہیں وہ عید پڑھنے چلے جاتے ہیں لیکن ان کے تن پر نہ کپڑا ہوتا ہے اور نہ انہیں پیٹ بھرنے کے لئے روٹی میسّر ہوتی ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں ظاہری طور پر سب کچھ نصیب ہوتا ہے ان کی بیویاں زیوروں سے لدی ہوئی ہوتی ہیں وہ زرق برق لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں' ادھر ادھر آنے جانے کے لئے ان کے پاس کاریں ہوتی ہیں' بچے کھلانے کے لئے ماما ئیں ہوتی ہیں' گھروں میں قسما قسم کے کھانے پک رہے ہوتے ہیں لیکن ان کے معدہ میں ناسور ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کھانوں کی لذت انہیں نہیں آتی۔ صدمات اور آپس کے لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے انہیں حقیقی خوشی نصیب نہیں ہوتی۔ انہوں نے ظاہراً کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس بیٹھی ہوئی پھٹے پُرانے کپڑے پہننے والی عورت کا دل باغ باغ ہوتا ہے لیکن ان کے دل کی اندرونی زخموں کی وجہ سے داغ داغ ہو رہے ہوتے ہیں۔ غرض کسی شخص کی عید اس رنگ میں خراب ہو جاتی ہے اور کسی شخص کی عید اُس رنگ میں خراب ہو جاتی ہے۔ وہ شخص جسے ظاہری طور پر بھی عید میسّر ہو اور باطنی طور پر بھی اسے حقیقی عید حاصل ہو بڑی تلاش کے بعد ملتا ہے اور وہی شخص جسے ظاہری اور باطنی دونوں لحاظ سے عید نصیب ہو حقیقی خوشی محسوس کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ یہ دن بار بار لائے۔ ورنہ دوسروں کے لئے اس خواہش کا اظہار ایسا ہی

ہے جیسے لطیفہ مشہور ہے کہ کوئی شخص سسرال جا رہا تھا اور وہ منحوس الفاظ دُہراتا جا رہا تھا۔ رستہ میں کچھ لوگ اسے ملتے گئے۔ انہوں نے اسے اس قسم کے الفاظ دُہرانے سے منع کیا۔ اور ان کی بجائے جو الفاظ انہوں نے تجویز کئے اس نے وہ الفاظ دُہرانے شروع کر دیئے۔ ایک جگہ پر ایک برات جا رہی تھی اور وہ یہ الفاظ دُہرا رہا تھا کہ خدا تعالیٰ یہ دن کبھی نہ لائے۔ براتیوں نے اسے مارا اور کہا تم یہ منحوس الفاظ کیوں دُہرا رہے ہو۔ اس نے کہا میں پھر کیا کہوں؟ انہوں نے کہا تم یہ کہو کہ خدا تعالیٰ یہ دن ہر ایک کو نصیب کرے۔ اس پر اس نے یہ الفاظ دُہرانے شروع کر دیئے۔ آگے گیا تو ایک جنازہ آ رہا تھا جنازہ کے ساتھ آنے والوں نے جب یہ الفاظ سنے تو انہوں نے اسے خوب مارا اور کہا ہمارا عزیز مرگیا ہے اور ہمارے دل زخمی ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ خدا تعالیٰ یہ دن ہر ایک کو نصیب کرے۔ اس نے کہا پھر میں کیا کہوں انہوں نے اسے بعض اور الفاظ بتا دیئے جو اس نے دُہرانے شروع کر دیئے۔ پس جس کا دل افسردہ ہے کیا وہ کہے گا کہ یہ دن خدا تعالیٰ بار بار لائے۔ وہ تو کہے گا کہ خدا کرے یہ دن پھر نہ آئے۔ پھر جس کا ظاہر دُکھی ہو گا وہ جب دوسری عورتوں کو زیور پہنے دیکھے گا' وہ جب دوسروں کو زرق برق لباس پہنے اور عطر لگائے دیکھے گا تو وہ کہے گا خدا تعالیٰ کی شان ہے ہم تو اپنے بچوں کو تھپڑ مارتے ہیں کہ وہ ہم سے نئے کپڑے کیوں مانگتے ہیں' ہمارے پاس سویاں نہیں جو پکا کر انہیں دیں اور یہ لوگ ہیں کہ زرق برق لباس پہنے ہوئے ہیں' کاروں میں سفر کر رہے ہیں' بچوں کے لئے مامائیں مقرر ہیں' عورتیں قسم قسم کے زیور پہنے ہوئے ہیں ہم تو کہیں گے کہ خدا تعالیٰ یہ دن پھر نہ لائے تاکہ ہمیں اور ہمارے بچوں کو تکلیف نہ ہو۔ پس عید کا ملنا ہر ایک کے اختیار میں نہیں۔ بہت کم لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جنہیں حقیقی عید نصیب ہوتی ہے۔ کمیونسٹوں [۶] کو دیکھ لو انہوں نے ظاہری طور پر عید منانی چاہی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ اس ظاہری عید کے منانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ منہ کے دعوؤں سے کیا بنتا ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا ان کی سکیم کامیاب ہو گئی ہے؟ ان کے سِکّہ کی یہ حالت ہے کہ وہ اس کی قیمت کو صحیح طور پر قائم نہیں کر سکے۔ اس کی قیمت اتنی بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے اور دوسری طرف ان کی ناکامی اس بات سے ظاہر ہے کہ وہ سِکّہ کی قیمت بار بار وصول کرتے ہیں۔ مثلاً وہ باہر والوں کو کہتے ہیں کہ تمہیں ایک پونڈ کے بدلے پانچ روبل ملیں گے لیکن انہی کو یہ کہتے ہیں کہ تمہیں پانچ سو روبل کے بدلہ میں ایک پاؤنڈ ملے گا۔ اور اصل قیمت اس کی مثلاً دو سو روبل ملتی ہے

دوسرے ممالک کے ایمبیسیڈر وہاں جاتے ہیں اور چونکہ بعض ممالک بہت مالدار ہوتے ہیں اس لئے باہر کی ایمبیسیوں کا مجموعی خرچ دس پندرہ لاکھ پونڈ سالانہ ہو جاتا ہے اور روس والے اس ذریعہ سے کروڑ ڈیڑھ کروڑ پونڈ سالانہ کما لیتے ہیں اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ان کی حالت درست نہیں۔ باہر والوں کو تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے مزدوروں کو مثلاً پانچ چھ سو روبل دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں امریکن مزدور کو سواسو ڈالر ملتے ہیں اور سواسو ڈالر کے بدلہ میں پانچ سو روبل ملتا ہے۔ گویا ہمارے مزدور کو امریکن مزدور سے کئی گنے زیادہ مزدوری ملتی ہے کیونکہ ہمارے ہاں اشیاء ارزاں ہیں۔ لیکن اگر اس ملک والے ڈالر لینا چاہتے ہیں تو انہیں اس کی قیمت بہت بڑھا کر دکھائی جاتی ہے۔ ان کے پانچ سو روبل دراصل چودہ پندرہ ڈالر کے برابر ہوتے ہیں گویا پاکستان والی مزدوری آگئی حالانکہ یورپین ممالک میں مزدور کی مزدوری اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ تو بظاہر روس والوں نے کمیونزم تو بنا دیا۔ یا کئی اور ممالک ہیں جنہوں نے اس قسم کی سکیمیں تیار کیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکیں۔

جرمن سکّہ کی قیمت بھی کسی زمانہ میں اتنی گر گئی تھی کہ ایک پونڈ کی قیمت کئی لاکھ مارک ہو گئی تھی۔ شروع شروع میں جب جرمن سکّہ کی قیمت دو سو تین سو چار سو گُنا گر گئی تو لوگوں نے خیال کیا کہ اس وقت جرمن سکّہ خرید لیا جائے تو کچھ عرصہ کے بعد قیمت بڑھ جانے کی وجہ سے کافی منافع ہو گا۔ ان دنوں مولوی عبدالمغنی خان صاحب کے ناظر بیت المال تھے انہوں نے سمجھا کہ میں نے روپیہ کمانے کا فن نکال لیا ہے۔ ہم جرمن سکّہ خرید لیتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو ہمیں کئی گنا روپیہ منافع میں ملے گا۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ ہم پچاس ساٹھ ہزار روپیہ وہاں بھیج دیں تو ہمیں ایک کروڑ روپیہ مل جائے گا۔ میں نے کہا سلسلہ کا روپیہ تو میں دیتا نہیں ہاں میں اپنا کچھ روپیہ دے دیتا ہوں۔ میں نے اپنے ایک عزیز کو کہا کہ تم جرمنی جا کر تعلیم حاصل کر آؤ کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہاں تھوڑے سے روپیہ میں تعلیم حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ میں نے دو ہزار روپیہ جرمنی کے ایک بنک میں بھیج دیا جس کے بدلے میں جرمن سکّہ وہاں میرے حساب میں قریباً دو تین لاکھ جمع ہو گیا۔ میں نے اپنے اس عزیز کو جرمنی روانہ کر دیا مگر رستہ میں اسے حالات کچھ اس قسم کے پیش آگئے کہ وہ بجائے جرمنی جانے کے انگلستان چلا گیا۔ جماعت کے اور دوستوں نے بھی مارک خریدے اور اس طرح اڑھائی تین ہزار روپے کے مارک خرید لئے گئے۔ اس کے بعد مارک کی قیمت روز بروز گرتی گئی جب پانچ

چھ سو گنا مزید گر گئی تو مجھے تحریک کرنے والوں نے کہا کہ اب ہم کیا کریں؟ میں نے کہا اب کیا ہو سکتا ہے آپ لوگوں نے ہی تحریک کر کے روپیہ ضائع کیا ہے۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ واقعہ میں اپنے روپے کو رو دھو کے بیٹھ گئے۔ ہم نے یہ روپیہ ایک بڑے بنک میں جمع کرایا تھا کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ جب لاکھوں روپیہ ملے گا تو چھوٹا بنک اس کی ادائیگی نہیں کر سکے گا۔ بعد میں میں نے بنک کو لکھا کہ میں نے فلاں وقت اتنا روپیہ جمع کرایا تھا چاہے اس کی قیمت بہت زیادہ گر گئی ہے لیکن تاہم اس کی کچھ نہ کچھ قیمت تو ہوگی۔ آپ تحریر کریں' اب اس روپے کے کتنے پاؤنڈ مل سکتے ہیں۔ بنک کا مینیجر کوئی باذاق آدمی تھا اس نے مجھے جواب لکھا کہ آپ کا روپیہ ہمارے بنک میں جمع تھا لیکن اب اس کی کوئی قیمت نہیں بلکہ اس خط پر جو ٹکٹ لگا ہے وہ بھی اس روپیہ سے کئی گُنا زیادہ قیمتی ہے گویا اس روپیہ کی قیمت ایک دَمڑی سے بھی کم رہ گئی تھی۔ اب اگر جرمنی والے کہتے کہ امریکہ اگر اپنے مزدور کو ساٹھ پونڈ دیتا ہے تو ہم اپنے مزدور کو ایک لاکھ یا دو لاکھ مارک دیتے ہیں تو اس کے معنی صرف یہ ہوتے کہ وہ اپنے مزدور کو بارہ تیرہ روپے ماہوار دیتے ہیں۔ یہی حال روس کا ہے وہ اپنے مزدور کو امریکہ سے کئی گنا کم دیتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم نے ملک میں مزدور کا درجہ بلند کر دیا ہے ہم اسے پچاس ہزار سے کم نہیں دیتے حالانکہ اس کے معنی صرف پچاس ساٹھ روپیہ کے ہوتے ہیں۔ پس یہ شکل دیکھ کر کہہ دینا کہ ہم نے ملک والوں کو عید کا موقع بہم پہنچایا ہے اور چیز ہے ورنہ حقیقی عید روس بھی نہیں دے گا۔ یہاں آنے والوں کی حالت بے شک اچھی نظر آتی ہے اگر کوئی روسی اس طرف آئے تو اسے دیکھ کر لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ ان کے ملک میں مزدور کی حالت نہایت اچھی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔ ملک عمر علی صاحب[۸] کو اگر توفیق مل جائے تو انہیں تبلیغ کا بہت شوق ہے ایک دفعہ وہ سندھ کے سفر پر میرے ساتھ گئے۔ ہم تو سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں سوار ہوئے لیکن ملک عمر علی صاحب اپنی ریاست کے خیال سے فرسٹ اور ایئر کنڈیشنڈ کمپارٹمنٹ میں سوار ہوئے ایک روسی بھی اس کمپارٹمنٹ میں سوار تھا۔ اس سے ان کی گفتگو ہوئی گاڑی کسی اسٹیشن پر ٹھہری تو ملک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے ایک روسی دوست میرے ہم سفر ہیں میں نے ان سے گفتگو کی ہے وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں آپ کے پاس لے آؤں۔ میں نے کہا ممکن ہے اس میں کوئی سنجیدگی نہ ہو۔ ملک صاحب نے کہا نہیں وہ بہت سنجیدہ انسان ہیں۔ میں نے کہا یہ غلط ہے اگر وہ

سنجیدہ انسان ہیں تو انہیں کہو میرے پاس اتنی زمین ہے کہ اگر میں آپ کے ملک میں ہوتا تو وہاں سے نکال دیا جاتا کہ میں کیپٹلِسٹ ہوں لیکن میں سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہا ہوں اور تم فرسٹ کلاس اور پھر ایئر کنڈیشنڈ کمپارٹمنٹ میں سفر کر رہے ہو تم کو یہ روپیہ کس نے دیا ہے۔ تم مزدور ہو کر اس قدر روپیہ کس طرح خرچ کر سکتے ہو جب کہ میں تمہارے نزدیک کیپٹلِسٹ ہو کر سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہا ہوں۔ پس یا تو تم یہ ثابت کرو کہ روس کے سب لوگ اتنا خرچ کرتے ہیں اور یا سیدھی بات یہ ہے کہ تم جاسوس ہو اور پراپیگنڈا کی غرض سے یہاں آئے ہو۔ ملک صاحب کچھ دیر کے بعد آئے تو انہوں نے بتایا کہ اس نے کہا ہے کہ اب موقع نہیں پھر کسی وقت ملاقات کروں گا۔ میں نے کہا اصل میں دال میں کالا ہے اسے روپیہ دے کر یہاں پراپیگنڈا کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ورنہ اس کے پاس جو رقم ہے وہ اس کی ذاتی نہیں اور نہ ہی وہ کپڑے اس کے اپنے ہیں جو اس نے پہن رکھے ہیں۔ برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر لائیڈ جارج [۹] کسی کام کے لئے روس گئے وہ جب واپس آئے تو لوگوں نے ان پر مختلف قسم کے سوالات کئے۔ بعض نے کہا روس والوں نے غریب اور امیر کو کس طرح مساوی درجہ دے رکھا ہے' کسی نے یہ کہا کہ روسیوں کی حالت اگر خراب ہے تو آپ ان کی کیا مدد کر رہے ہیں۔ ایک مجلس میں یہ ذکر ہوا کہ روس کے تمام لوگوں میں کس قدر سادگی پائی جاتی ہے تو مسٹر لائیڈ جارج نے کہا (غالباً اس وقت لینن [۱۰] برسرِ اقتدار تھا) کہ لینن کی دعوت کے موقع پر اتنے کھانے پکائے گئے تھے کہ مجھے اپنے ملک میں بھی اتنے کھانے کھانے کا موقع نہیں ملا۔ دوسرے موقع پر ان پر یہ سوال کیا گیا کہ روس ایک غریب ملک ہے آپ نے ان کی مدد کے لئے کیا کیا ہے۔ تو مسٹر لائیڈ جارج نے کہا میں جب ریل میں سوار ہوا تو میں نے ایک قلی کو دس لاکھ روبل انعام دیا لیکن اس نے حقارت سے اسے پھینک دیا اتنے بڑے امیروں کی ہم کیا مدد کر سکیں گے۔ دراصل اس دس لاکھ روبل کی قیمت اس وقت کے لحاظ سے دو چار پیسے تھی۔ اب اگر کسی یورپین پر خوش ہو کر اسے دو پیسے انعام دیا جائے تو وہ حقارت کی وجہ سے اسے رد نہ کرے گا تو کیا کرے گا؟ گویا مسٹر لائیڈ جارج نے بظاہر اس کا یہ مفہوم لیا کہ روس میں مزدوروں کی یہ حالت ہے کہ وہاں ایک مزدور دس دس لاکھ روپیہ کے انعام کو بھی ٹھکرا دیتا ہے پھر اتنے مالدار لوگوں کی میں کیا مدد کروں۔ مگر مطلب یہ تھا کہ روس پراپیگنڈا تو اپنے ملک کی اچھی حالت کا کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے سکّے کی کوئی قیمت ہی نہیں رہی۔ پس یہ حالات بناوٹی ہیں۔

دوسرے ممالک جو سرمایہ دار ہیں ان کی ظاہری حالت اگرچہ اچھی ہے وہ اچھی خوراک کھاتے ہیں اور قیمتی لباس پہنتے ہیں لیکن حقیقی عید انہیں بھی میسر نہیں۔ یورپین لوگوں کو ہم عیاش کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ عیّاش نہیں۔ میں نے خود یورپین لوگوں سے باتیں کی ہیں ان میں روحانیت کی خواہش ایشیائیوں کی نسبت زیادہ ہے لیکن چونکہ امن اور چین انہیں باوجود سرمایہ دار ہونے کے میسر نہیں اس لئے وہ اپنا غم غلط کرنے کے لئے ناچ دیکھتے ہیں، شرابیں پیتے ہیں، گانے سنتے ہیں اور دوسری عیاشیوں میں اپنا وقت کاٹتے ہیں۔ انہیں کسی طرح بھی چین نصیب نہیں وہ سوتے ہیں تو مصیبت زدہ ہونے کی حالت میں، جاگتے ہیں تو دُکھ بھرے دلوں کے ساتھ اور چونکہ ان میں روحانیت کی خواہش موجود ہے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم کالج بنائیں، ہسپتال بنائیں یا رفاہِ عامہ کی دوسری جگہیں بنائیں تو ہم پر فرشتے نازل ہوں گے، ہمیں روحانیت نصیب ہوگی اس لئے وہ ان چیزوں پر اپنا روپیہ خرچ کرتے ہیں لیکن ہوتا کیا ہے وہ ہسپتال بناتے ہیں تو شیطان کا نزول ہونے لگتا ہے وہ سکول بناتے ہیں تو بجائے اس کے کہ ان پر فرشتوں کا نزول ہو شیطان ان کے گھروں میں آبستا ہے گویا ہر حرکت جو وہ روحانیت کے حصول کی خاطر کرتے ہیں ان کی بے ایمانی کے بڑھانے کا موجب ہوتی ہے اور ان کی بے چینی بڑھتی ہے۔ پھر انہیں عید کہاں نصیب ہوئی؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کی درخواست پر یہ کہا تھا کہ اے اللہ! ہم پر مائدہ نازل کیجئے اس میں قسم قسم کے کھانے ہوں اور وہ کھانے آسمانی ہوں، زمینی نہ ہوں۔ پھر یہ کھانے ہم پر روزانہ اُتریں تا ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے عید ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہیں تمہاری خواہش کے مطابق مائدہ دیتا ہوں تا تمہاری عید ہو جائے لیکن اس کے بعد بھی اگر کسی نے ناشکری کی تو میں اسے شدید ترین عذاب دوں گا۔ لہ اگر وہ کہتے کہ اے اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ صبح و شام تیری رضا ملے تا ہمارے اگلے اور پچھلے لوگوں کے لئے عید ہو تو یہ زیادہ درست ہوتا۔ انہوں نے خواہش تو کی روحانیت کی لیکن اس کے حصول کے لئے جو ذرائع طلب کئے وہ سب دنیاوی تھے۔ جیسے یورپ کے لوگ خواہش تو روحانیت کے حصول کی کرتے ہیں لیکن اس کے لئے جو ذرائع استعمال کرتے ہیں وہ سب دنیوی ہوتے ہیں۔ روپیہ کمانے کے لئے اکثر دفعہ دوسروں کی دولت بھی چھیننی پڑتی ہے اور جو دوسروں کی دولت چھینے گا اس کا دل سخت ہوگا اور جس کا دل سخت ہو اسے روحانیت کہاں میسّر آتی ہے۔ مثلاً ایک غریب آدمی کے پاس تھوڑا سا آٹا تھا اس نے آٹا گوندھا اور ایک

پیڑا بنایا کہ چلو یہ روٹی میرا بیٹا کھالے گا اور میں خود بھوکا رہ کر گزارہ کر لوں گا لیکن ایک امیر شخص آیا اور اس نے وہ پیڑا چھین لیا پھر وہ امیر آدمی کسی دوسرے غریب شخص کے پاس جاتا ہے اور اس کے پاس سے بھی آٹے کا پیڑا چھین لیتا ہے جس سے اس نے خود بھوکے رہ کر اپنے بیٹے کا پیٹ پالنا تھا۔ پھر وہ امیر آدمی کسی تیسرے غریب شخص کے پاس جاتا ہے اور اس سے بھی یہ سلوک کرتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کے ہاں پراٹھے پکتے ہیں وہ ان پراٹھوں میں سے ایک پراٹھا کسی غریب کو دے دیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میں اس طرح غرباء کی مدد کر رہا ہوں۔ وہ یہ خیال نہیں کرتا کہ اس نے پراٹھے کا آٹا کئی غریبوں سے چھینا ہے۔ اس کو جب بھی اس ظلم کا احساس ہو گا اس پر مصیبت آ جائے گی۔ پھر ظالم ظلم چھوڑ بھی نہیں سکتا۔ جب کسی قوم کا سٹینڈرڈ دوسری قوموں سے بوجہ ظلم اعلیٰ ہو گیا ہو تو وہ ظلم کو مٹا نہیں سکتی کیونکہ یہ ایک قومی سوال بن جاتا ہے انفرادی سوال نہیں رہتا۔ یعنی اگر ایک فرد اسے چھوڑنا بھی چاہے تو وہ اسے چھوڑ نہیں سکتا جب تک کہ قوم کی اکثریت اس کے ساتھ نہ ہو۔ ایک چور چوری کی عادت چھوڑ سکتا ہے، ایک ظالم ظلم کو ترک کر سکتا ہے کیونکہ ایسا کرنے میں اسے کسی ہمسایہ یا دوست کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جو قوم دوسری قوم کو اقتصادی طور پر اپنا غلام بنا لیتی ہے وہ اگر دوسروں پر ظلم کرنا ترک بھی کرنا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ عام طور پر کسی ملک کی اکثر آبادی کسی کام میں متفق نہیں ہو سکتی اور جب کسی ملک کی اکثر آبادی اس بارہ میں متفق نہ ہو تو قومی عیب دور نہیں ہو سکتا۔ پس عید انسان نہیں لا سکتا عید صرف خدا تعالیٰ لا سکتا ہے لیکن اس کا طریق اور ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ جب تم خدا تعالیٰ سے دعا کرو تو رونی صورت بنا لیا کرو[۲] کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر مظلومیت کا جھوٹا احساس بھی کیا جائے تو وہ حقیقی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک شخص جھوٹی شکایت لے کر آتا ہے اور ادھر ادھر کی باتیں بناتا ہے تاہم اس کی بات مان لیں لیکن تھوڑی دیر کے بعد اس پر یہ حالت طاری ہو جاتی ہے کہ اگر ہم کہیں کہ تو مظلوم نہیں تو اسے غصہ آتا ہے۔ عربی زبان میں ایک لطیفہ ہے کہ ایک غریب لڑکا تھا امراء کے لڑکے اسے مارتے وہ تو ان سے بچنے کے لئے یہ کہہ دیتا کہ فلاں شخص کے ہاں آج دعوت ہے۔ وہ لڑکے وہاں چلے جاتے اور اس کی جان بچ جاتی لیکن پھر آپ بھی بھاگ کر اس گھر کی طرف چلا جاتا اور خیال کرتا کہ میں نے مفت میں مار بھی کھائی اور اگر فی الواقعہ وہاں دعوت ہوئی تو کھانے سے بھی میں محروم رہ

جاؤں گا۔ جب لڑکے اس مکان پر جاتے اور دیکھتے کہ اس لڑکے نے ان سے جھوٹ بولا ہے دعوت تو تھی نہیں تو وہ پھر اسے پکڑ لیتے اور خوب مارتے۔ اس پر وہ لڑکا اور بھی زور سے کہنا شروع کر دیتا میں نے دھوکا کیا تھا اصل میں دعوت فلاں گھر میں ہے۔ اس پر وہ لڑکے اس گھر کی طرف جاتے لیکن بعد میں پھر وہ لڑکا خود بھی اس گھر کی طرف دوڑتا اور خیال کرتا کہ میں نے مار بھی کھائی ہے اور پھر دعوت بھی دوسرے لڑکے کھائیں یہ درست نہیں۔ تو انسان ایک بناوٹی بات بناتا ہے لیکن بعد میں وہ حقیقت بن جاتی ہے۔ پس حقیقی عید کے لانے کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ انسان بناوٹی عید منانے کی کوشش کرے اس طرح خدا تعالیٰ اسے حقیقی عید بھی دے دے گا بشرطیکہ حقیقی عید لانے کے لئے وہ کوشش کرے۔ ہمیں تو خدا تعالیٰ نے بناوٹی عید دی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے ایک مامور کو بھیجا ہے اور بتایا ہے کہ اب مسلمانوں کے لئے عید کا زمانہ آیا ہے اب شوکتِ اسلام کا زمانہ ہے لیکن افسوس کہ حقیقی عید لانے کے لئے ہم نے کوئی کوشش نہیں کی۔ اگر ہم جھوٹے طور پر بھی عید عید کہیں گے گو ہمارا نفس تو جھوٹ بولے گا لیکن دراصل وہ بات سچی ہوگی۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے پاس منافق آکر کہتے کہ ہم گواہی دیتے ہیں تُو اللہ کا رسول ہے اس پر خدا تعالیٰ نے کہا کہ یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں لیکن اتنی بات ضرور سچ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے۔ [۳۱]
پس اگر ہم جھوٹی عید بھی منائیں گے تو وہ سچ بن جائے گی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی تائید میں نہ ہوگی۔ نئے کپڑے بدل لینا' عطر لگالینا یا اچھے کھانے پکالینا ایک ادنیٰ شکل ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرنا چاہئے' اس کی صفات کو یاد کرنا چاہئے' اس کا ذکر کرنا چاہئے' چاہے ہم اپنے دل سے ایسا نہ کر رہے ہوں صرف زبان سے ہی ذکرِ الٰہی کر رہے ہوں تا خدا تعالیٰ کو بھی غیرت آجائے اور وہ ہمارے جھوٹ کو سچ بنادے۔ مثلاً ایک امیر شخص اپنے غلام کو دس تھپڑ مارے اور پھر اس سے کہے کہ تُو ہنس تو وہ بظاہر آہا آہا کردے گا تا اس کا مالک اس پر خوش ہو جائے لیکن اس کا دل رو رہا ہوگا۔ اسی طرح اگر ہم بناوٹی عید محض خدا کی خوشنودی کے لئے منائیں گے تو خدا تعالیٰ بھی کہے گا کہ اس نے یہ بناوٹ صرف میری خاطر کی ہے اس میں جس چیز کی طاقت تھی اس نے اس کا اظہار کر دیا لیکن اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ [۳۲] دل میرے قبضہ میں ہیں ظاہری طور پر اس نے عید منائی ہے اندرونی طور پر میں اسے عید دیتا ہوں۔

پس جماعت کے دوستوں کو چاہئے کہ وہ ایسی باتیں کریں اور ایسا رنگ اختیار کریں جس سے معلوم ہو کہ واقع میں عید آ گئی ہے۔ تمہیں خدا تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے مقرر کیا ہے تم کم از کم ظاہر ایسا بناؤ جو سچ کی تائید کے لئے ہو ایسا ظاہر نہ بناؤ جو جھوٹ کی تائید میں ہو۔

میرے پاس شکایت آئی ہے کہ بعض لوگ باتوں باتوں میں کہہ دیتے ہیں احمدی معاملات میں اچھے نہیں وہ خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسا کہہ کر وہ درحقیقت اپنے آپ کو مجرم بناتے ہیں کیونکہ جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ تمہارے لئے عید آئی ہے تو تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ عید نہیں آئی۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے میں نے ان لوگوں کے ذریعہ باقی دنیا کی اصلاح کرنی ہے لیکن تم کہتے ہو ان میں فلاں نقص ہے، فلاں نقص ہے اگر ظاہری طور پر تمہیں بعض نقائص نظر بھی آتے ہوں تو تم کہو کہ گو ہمیں نقائص نظر آتے ہیں مگر ہم جھوٹے ہیں خدا تعالیٰ سچا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے بھائی کے پیٹ میں سخت تکلیف ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے شہد پلاؤ۔ چنانچہ اس نے اسے شہد پلایا لیکن تکلیف پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ وہ رسول کریم ﷺ کے پاس پھر دوبارہ گیا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی ہدایت کے ماتحت میں نے اپنے بھائی کو شہد دیا تھا لیکن اس کی تکلیف بڑھ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے اور شہد دو۔ اس نے کچھ اور شہد دیا لیکن تکلیف پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔ وہ پھر رسول کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا شہد تو میں نے اور بھی دیا ہے لیکن میرے بھائی کی تکلیف اور بڑھ گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے اور شہد دو۔ تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے خدا تعالیٰ سچا ہے۔ جب اس نے کہا کہ شہد میں شفا ہے تو میں کس طرح مانوں کہ شہد کے ساتھ تمہارے بھائی کو شفا نہیں ہو سکتی۔ ؎۱۵ ممکن ہے کوئی کہہ دے کہ رسول کریم ﷺ طب نہیں جانتے تھے لیکن میں کہتا ہوں یہ بات درست نہیں۔ آپ روحانی طبیب تھے اس لئے جسمانی طب کے تمام اصول بھی سمجھتے تھے۔ آپؐ نے طبی اصول کی بناء پر ہی مریض کو شہد پلانا تجویز فرمایا۔ اگر وہ تیسری بار شہد پلا دیتا تو وہ یقیناً تندرست ہو جاتا ممکن ہے اس نے ایسا کیا ہی ہو۔ ہم نے ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک کا مطالعہ کیا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اسہال کا علاج بعض دفعہ ہلکے سے مُسہل کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ تم اگر کسی ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور کہو مجھے دست آتے ہیں تو وہ اکثر دفعہ تمہیں کسٹر آئل دے دے گا۔ کسٹر آئل پیچش کا علاج ہے اگر دست آتے ہوں اور ساتھ خراش بھی ہو تو اس کا علاج

کسٹرائل ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا وہ درست تھا اگر وہ کافی شہد پلا دیتا تو اس کا بھائی ضرور تندرست ہو جاتا ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مقام یہ بھی ہے کہ انسان کہے کہ مریض کا پیٹ جھوٹا ہے۔ آپؐ تو سمجھتے تھے کہ شہد پلانے سے مریض کو یقیناً صحت ہو جائے گی لیکن اس شخص کو یہ مقام حاصل نہیں تھا۔ اس کا مقام یہ تھا کہ وہ کہتا میرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے ورنہ جو علاج رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا وہی درست ہے۔ اس طرح جب خدا تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنے مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور فرمایا کہ عیسائیت اب شکست کھا جائے گی اور اکثر عیسائی اسلام کو قبول کر لیں گے اور دنیا میں رحم' انصاف' عدل اور دیانتداری پیدا ہو جائے گی[۱۶] تو چاہے بظاہر حالات تمہارا دل اسے مانے یا نہ مانے تم یہی کہو کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے کہا ہے وہی درست ہے۔ تمہارے نزدیک یہ جھوٹ ہی سہی لیکن تم جھوٹ کی شکل میں سچ بولو کیونکہ خدا تعالیٰ کا قول بہرحال سچا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی اور شخص آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ احمدی خراب ہوتے ہیں تو تم کہو مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے لیکن تم بھی جھوٹے ہو اور میں بھی جھوٹا ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ دنیا کی اصلاح انہی لوگوں کے ذریعہ ہوگی تو انہی لوگوں کے ہاتھوں سے اصلاح ہوگی۔ میں بھی تمہارے خیالات سے متفق ہوں لیکن ساتھ ہی نظر آرہا ہے کہ میں بھی جھوٹا ہوں اور تم بھی جھوٹے ہو۔ تمہارا تو فرض تھا کہ تم خدا تعالیٰ کی خاطر عید مناتے لیکن تم نے تو ماتم کرنا شروع کر دیا ہے اس سے بڑھ کر اور بدقسمتی کیا ہوگی کہ خدا تعالیٰ تو عید دے اور تم ماتم کرو۔

پس تم خدا تعالیٰ کے کلام کے مناسب حال زبانیں بناؤ تبھی کامیابی ہوگی۔ تم اپنا مقصد اور مدعا مت بھولو۔ تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم نے اسلام کے جھنڈے کو دنیا میں گاڑنا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ یہ لوگ غریب ہیں فقیر ہیں۔ بے شک یہ لوگ ظاہر میں غریب اور فقیر نظر آتے ہیں لیکن اسلام کا جھنڈا انہوں نے ہی گاڑنا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہی کہا ہے۔ اگر تمہارا دل نہیں مانتا تو بے شک نہ مانے ہم کہیں گے تمہارا دل جھوٹا ہے خدا تعالیٰ سچا ہے اس نے جو بات کہی ہے وہ بہرحال سچی ہے۔ مجھے کوئی عزیز سے عزیز رشتہ دار بھی کہے کہ احمدیوں میں فلاں نقص ہے یا فلاں نقص ہے تو میں اسے جھوٹا ہی کہوں گا۔ پس تم یہ طریق اختیار کرو کہ جماعت کے دوسرے دوستوں کے متعلق یہ کہو کہ وہ بڑے بااخلاق ہیں' بڑے بلند ہمت ہیں'

بڑے دیندار اور خدا رسیدہ ہیں ‘کیونکہ اس سے تم خدا تعالیٰ کی تائید کرو گے اور لوگوں میں نیکی کا جذبہ پیدا کرو گے اور اسی سے خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہو گا اور تمہارے دل کو بھی چین نصیب ہو گا اور ان کی بھی اصلاح ہو گی جن کے اندر کمزوری ہو گی۔

(الفضل ۷ انومبر ۱۹۵۴ء)

31

---

۱ المائدۃ:۱۱۵

۲ مفردات امام راغب صفحہ ۳۵۸ مصری

۳ الشعرآء:۸۱ ۴ الاعراف:۱۵۷ ۵ ھود:۲۹

۶ اشارہ روس کی اشتراکی حکومت کی طرف ہے

۷ مولوی عبدالمغنی خان صاحب ۱۸۸۷ء۔ ۱۹۵۵ء۔ بیعت خلافت اولیٰ۔

۸ ملک عمر علی صاحب ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۶۴ء

۹ ڈیوڈ لائیڈ جارج ۱۸۶۳ء۔ ۱۹۴۵ء

۱۰ لینن ۱۸۷۰ء۔ ۱۹۲۴ء

۱۱ المائدۃ:۱۱۵۔۱۱۶

۱۲ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۴۔ ۲۸۔ اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۵

۱۳ المنافقون:۲

۱۴ الانفال:۲۵

۱۵ صحیح بخاری کتاب الطب باب الدواء بالعسل۔ النحل:۷۰

۱۶ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴۔ ۶۵۔ ”مسیح ہندوستان میں“ صفحہ ۷۰۔ ۸۶